معجزات کی روایتی اور جدید تعبیرات- برصغیر کے تفسیری ادب کا مطالعہ

ڈاکٹر محمد شہباز منج*

Miracles have been an undeniable element in almost all the religions. But in the Modern West they were challenged and refuted on the basis of modern scientific outlook and approach about the laws of nature. In this perspective many eastern and western scholars have discussed miracles in terms of negation and endorsement. This paper studies the Quranic exegeses of the subcontinent in the mentioned context. It supports the notion of traditional scholars, rejecting the Western and modern referred exegetical interpretations regarding the status and nature o miracles. It concludes that miracles can neither be denied religiously nor scientifically. Nobody can prove them against the laws of nature.

Keywords: Miracles, religion, modern approach, rejection, endorsement, different scholars, Commentaries of the Quran, laws of nature.

مذاہب میں معجزات وخوارق کی غیر معمولی حیثیت ناقابلِ انکار ہے۔ یہ اسلام ہی نہیں، یہودیت اور مسیحیت وغیرہ مذاہب کا بھی ایک ضروری عنصر ہیں۔ مذہبی کتب کی رو سے معجزہ انبیا کی صداقت کی اہم نشانی اور ان کی سچائی کی منہ بولتی دلیل ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے، انبیا کی نصرت وتائید کے لیے، ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ سو اہلِ مذہب قدیم سے معجزے کے امکان و وقوع کے قائل چلے آتے ہیں۔ لیکن جب مغرب میں جدید علمی وسائنسی ترقی کے نتیجے میں قدیم کلیسائی مذہبی عقائد و تصورات کے خلاف شدید رد عمل پیدا ہوا اور مغربی اہلِ فکر مابعد الطبیعی حقائق کے انکار میں انتہائی غلو سے کام لینے لگے، تو دیگر عقائد و تصورات کے ساتھ ساتھ معجزات کا تصور بھی ہدفِ تنقید بنا۔ معجزات کے وقوع وامکان کا انکار اور اس بات پر اصرار ہونے لگا کہ یہ کارخانہ کائنات کچھ "قوانینِ فطرت" کے تحت کام کر رہا ہے۔ یہ قوانینِ فطرت خدا کا حکم بھی ہوسکتے ہیں اور نہیں بھی، تاہم ان میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہوتی۔ ان قوانین سے ہٹ کر کسی واقعے کے وقوع پذیر ہونے پر ایمان رکھنا جہالت اور عقل دشمنی ہے۔ مذہبی تناظر میں معجزات کا انکار آسان نہ تھا، لہذا بہت سے مسیحی مذہبی رہنماؤں نے انکارِ معجزات پر گرفت کی، لیکن روایتی مذہبی نظریات کے خلاف رد عمل نہایت شدید تھا، اور اس رد عمل کو نظر انداز کرنا آسان نہ تھا، چناں چہ بہت سے مذہبی رہنماؤں کی جانب سے معجزات وخوارق کی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

تشریح قوانین فطرت کے جدید تصور کے موافق کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ مغرب کی جدید علمی و سائنسی ترقی اور سیاسی وفکری تغلب کے تناظر میں مسلمانوں میں بھی معجزات وخوارق پر بحث شروع ہوئی۔ برصغیر کے مسلم یا قادیانی وغیرہ اہلِ تفسیر کے یہاں دیکھیں تو دو طرح کی تفسیری نگارشات نمایاں ہوتی ہیں: ایک وہ جن میں جدید مغربی نقطہ نظر سے موافقت اختیار کرتے ہوئے معجزات کی نئی توجیہات پیش کی گئیں یا ان کا انکار کر دیا گیا؛ اور دوسری وہ جن میں مغربی نقطہ نظر اور اول الذکر کاوشوں کی تردید کی گئی۔ ان سطور میں ان دونوں اقسام کی تفسیری نگارشات کا مطالعہ پیش نظر ہے۔

معجزات کے انکار یا ان کی تعبیرِ جدید کی حامل تفاسیر

اس عنوان کے تحت ان تفاسیر کا مطالعہ شامل ہے، جن میں معجزات وخوارق کی تردید یا ان سے متعلق زیرِ بحث آنے والے قرآنی واقعات وحوادث کی قوانینِ فطرت کے جدید تصور کی روشنی میں تعبیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں جن تفاسیر کا انتخاب کیا گیا ہے وہ سر سید احمد خان (م 1898ء) کی "تفسیر القرآن" اور غلام احمد پرویز (م1985ء) کی "مطالب الفرقان" ہیں۔

تفسیر القرآن

برصغیر میں سر سید احمد خاں وہ پہلے مفسر ہیں جنوں نے مغربی فکر سے متاثر ہو کر تجدد پسندانہ تفسیری نقطہ نظر اختیار کیا [1] انوں نے معجزات کی ایسی تعبیر کرنے کی کوشش کی جو جدید مغربی فکر سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہو۔ وہ ورک آف گاڈ اور ورلڈ آف گاڈ کی موافقت کا نظریہ پیش کرتے ہوئے معجزات کو خلاف قانون قدرت اور ناممکن الوقوع قرار دیتے ہیں۔ معجزات کے انکار اور ان کی تعبیر نو کے حوالے سے سر سید پر آرچ ڈیکن پراٹ (1809ء-1871ء)، ولیم میور (1819ء-1905ء) اور ڈیوڈ ہیوم (1711ء-1776ء) وغیرہ کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ [2] سر سید نے اپنی تفسیر میں یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ قرآن میں کوئی معجزہ مذکور نہیں ؛ جن واقعات کو معجزات کہا جاتا ہے وہ عام قوانینِ فطرت کے عین مطابق ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی تفسیر میں معراج جسمانی کی معجزاتی حیثیت سے انکار کرتے ہوئے اس سے متعلق احادیث وروایات کو ناقابل اعتبار اور ان کے بیان کو خلافِ قانون فطرت اور ممتنعاتِ عقلی میں شمار کرتے ہوئے بعینہٖ ڈیوڈ ہیوم کا طرز استدلال اپناتے ہوئے کہتے ہیں کہ " واقعات خلافِ قانون فطرت کے وقوع کا ثبوت اگر گواہان روایت بھی گواہی دیں

تو محالات سے ہے۔ اس لیے کہ اس وقت دو دلیلیں جو ایک حیثیت پر مبنی ہوں، سامنے ہوتی ہیں؛ ایک قانون فطرت جو ہزاروں لاکھوں تجربوں سے جیلاً بعد جیلٍ اور زماناً بعد زمانٍ ثابت ہے، اور ایک گواہانِ روایت، جن کا عادل ہونا بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ پس اس کا تصفیہ کرنا ہوتا ہے کہ دونوں تجربوں میں سے کونسا تجربہ قابل ترجیح ہے۔ قانون فطرت کو غلط سمجھنا یا راوی کی سمجھ اور بیان میں سہو و غلطی کا ہونا۔ کوئی ذی عقل تو قانونِ فطرت پر راوی کے بیان کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ قول پیغمبر بلا حجت قابلِ تسلیم ہے، مگر کلام تو اسی میں ہے کہ قول پیغمبر ہے یا نہیں ۔اس استدلال کی بنیاد پر معراج جسمانی کو خلاف قانون قدرت قرار دیتے ہوئے معراج رسول کو خواب میں پیش آنے والے "رویا" سے تعبیر کرتے ہیں [3] اسی سے متصل شقِ صدر کے معجزہ پر بحث کرتے ہوئے اسے بھی شب معراج کے خواب کا حصہ قرار دیتے ہیں۔[4] بقرہ آیت 50 کے ضمن میں دریا کے معجزاتی طور پر پھٹ جانے کو باطل ٹھہراتے ہوئے کہتے ہیں:

> اس وقت بسبب جوار بھاٹے کے جو سمندر میں آتا رہتا ہے اس مقام پر کہیں خشک زمین نکل آتی تھی اور کہیں پایاب رہ جاتی تھی۔ بنی اسرائیل پایاب و خشک راستہ سے راتوں رات بامن اتر گئے۔ یہی مطلب صاف اس آیت سے پایا جاتا ہے، جو سورہ دخان میں ہے کہ وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا جس کا ٹھیک ٹھیک مطلب یہ ہے کہ چھوڑ چل سمندر کو ایسی حالت میں کہ اترا ہوا ہو۔ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اتر گئے ، اس نے بھی ان کا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیاں اور سوار پیادے غلط راستے پر سب دریا میں ڈال دیے اور وہ وقت پانی کے بڑھنے کا تھا۔ لحہ لحہ میں پانی بڑھ گیا، جیسا کہ اپنی عادت کے موافق بڑھتا ہے اور ڈباؤ ہو گیا ، جس میں فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا۔ [5]

آل عمران آیت 37 کے سلسلہ میں قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ کی تشریح کے ضمن میں حضرت مریم کے پاس پھلوں کی معجزانہ آمد کی بجائے ابو علی جبائی معتزلی (849ء-915ء) کے اس قول کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں، جس کے مطابق اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں کے ذریعے، جو زاہد و عابد عورتوں کی خبر گیری کرتے تھے، حضرت مریم کو رزق پہنچاتا تھا [6] حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے ذکر کے تسلسل میں ان کی

معجزانہ اور بن باپ پیدائش کا انکار کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت اسحاق اور ان کی بیوی اور حضرت زکریا اور ان کی بیوی دونوں کی حالت اولاد ہونے سے مایوسی کی تھی مگر دونوں سے اولاد کا بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم نہیں کیا گیا۔ حضرت مریم کی تو حالت بھی اولاد ہونے سے مایوسی کی نہ تھی، لہذا صرف ان کے تعجب سے، جو محض اس وقت کی کیفیت پر تھا، جب کہ بشارت ہوئی تھی، نہ کہ آئندہ کی ہونے والی حالت پر، کیونکر حضرت عیسیٰ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے؟ کیا عجب ہے کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم اور ان کے ربیوں کو حضرت مریم کی شادی کا خیال پیدا ہوا ہو جو آخر کار یوسف کے ساتھ عقد ہونے سے پورا ہوا؟ [7]

رفع عیسیٰ سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھا کہ جب اس واقعہ پر مورخانہ طور سے نظر ڈالی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر نہ مرے تھے بلکہ ان پر ایسی حالت طاری ہو گئی تھی کہ لوگوں نے ان کو مردہ سمجھا تھا۔ تاریخ میں صلیب پر سے لوگوں کے زندہ اترنے کی مثالیں موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ تین چار گھنٹے بعد صلیب سے اتار لیے گئے تھے اور ہر طرح پر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ تھے۔ رات کو لحد سے نکال لیے گئے اور مخفی طور پر اپنے مریدیوں کی حفاظت میں رہے، حواریوں نے ان کو دیکھا اور ملے اور پھر کسی وقت اپنی موت سے مر گئے۔ اور یہودیوں کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر ان کو کسی نامعلوم مقام پر دفن کر دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی خوارج کے خوف سے اسی طرح مخفی طور پر دفن کیا گیا تھا، حالانکہ خوارج کا خوف یہودیوں کی نسبت بہت کم تھا، اور اسی طرح بعض شیعہ نے حضرت علی کے متعلق کہہ دیا تھا کہ وہ آسمان پر چلے گئے [8] معجزات کی نفی کرتے ہوئے قدرے فیصلہ کن انداز میں سرسید نے تحریر کیا ہے کہ آں حضور ﷺ، جو افضل الانبیا ہیں، کے پاس معجزہ نہ ہونے کے بیان سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے پاس بھی کوئی معجزہ نہیں تھا، اور جن واقعات کو لوگ معروف معانی میں معجزے سمجھتے تھے، وہ درحقیقت معجزات نہ تھے بلکہ قانونِ قدرت کے مطابق وقوع پذیر ہونے والے واقعات تھے۔ عام معروف معنی میں انبیا میں معجزات اور اولیاء اللہ میں کرامات کا یقین (گو یہ اعتقاد رکھا جائے کہ خدا نے ہی یہ قدرت ان کو عطا کی تھی) توحید فی الصفات کو نامکمل کر دیتا ہے۔ اسلام اور بانیِ اسلام کی کوئی عزت، کوئی تقدس، کوئی بزرگی اور کوئی صداقت اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ انھوں نے صاف صاف لوگوں کو بتا دیا کہ معجزے و

عجزے تو خدا کے پاس ہیں، میں تو تم ھاری طرح کا ایک انسان ہوں اور تمہیں خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی کی تلقین کرتا ہوں۔[9]

مطالب الفرقان

معجزات کی تردید اور جدید مغربی فکر سے ہم آہنگ تعبیر کے حوالے سے ایک اور نمایاں مفسر غلام احمد پرویز ہیں۔ پرویز صاحب اٹل قوانینِ فطرت کے مغربی تصور سے شدید متاثر ہیں۔ ان کے نزدیک ان اللہ علی کل شیء قدیر سے خدا کا سب کچھ کر سکنے والا عام طور پر لیا جانے والا مفہوم سراسر قرآن سے متصادم ہے۔ وہ اٹل قوانین فطرت کے اصول پر اس درجہ زور دیتے ہیں کہ خدا کو مجبور کہنے میں بھی انہیں کچھ باک محسوس نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ خدا کو انسان سے بھی مجبور بنا ڈالتے ہیں۔ سورہ الانعام کی آیت 12 کے الفاظ کتب علی نفسہ الرحمۃ کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

> انسان کے لیے جب خدا نے کتب علیکم کہا، اسے اس کا اختیار دے دیا کہ
> چاہے اس پابندی کے مطابق عمل کرے اور چاہے اس سے انکار کر دے،
> لیکن خدا نے اپنے متعلق یہ نہیں کہا۔ اس نے کہا کہ ہم نے اپنے لیے جو
> پابندی تجویز کی ہے ہم اس کی خلاف ورزی کبھی نہیں کریں گے۔ اس اعتبار
> سے دیکھیے تو انسان صاحب اختیار رہتا ہے اور خدا "مجبور"۔[10]

پرویز صاحب کے نزدیک ان اللہ علی کل شئی ء قدیر کا یہ تصور قطعاً غلط ہے کہ خدا جو جی میں آئے کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ وہ کسی قاعدے اور قانون کا پابند نہیں۔ ہر بات اس کی مرضی پر منحصر ہے وہ جیسا چاہے کرے۔[11] ان کے نزدیک قدرت علی الشیء کے معنی ہیں کسی چیز کو اپنے پیمانے کے مطابق بنا دینے کی قدرت۔ عالمِ امر میں خدا کو اشیا کے پیمانے مقرر کر دینے کی قدرت حاصل تھی اور اس نے اپنے اختیار و ارادے سے جو جی میں آیا کسی چیز کا پیمانہ مقرر کر دیا۔ لیکن اس کے امر کے مطابق مادی کائنات وجود میں آ جانے کے بعد اس کا امر پیمانوں کے قالب میں ڈھل گیا۔ سو اس کائنات میں خدا کے مقرر کردہ یہی وہ پیمانے ہیں جنہیں قوانین فطرت کہا جاتا[12] اور یہ قوانین قدرِ معلوم کہلاتے ہیں، یعنی انہیں ظ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یوں خدا کا وہ امر جو کسی ضابطے اور قاعد ے کا پابند نہیں ہوتا، عالمِ خلق میں پہنچ کر "مقدور" ہو گیا، یعنی وہ اختیار مطلق کی بجائے قانون بن گیا اور قانون بھی ایسا جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ بہ االفاظ دیگر اس سے خدا نے اپنے اوپر خود ایک پابندی عائد کر لی "خدا پر پابندی" کے تصور

سے ہم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، لیکن جب خدا نے خود کہہ دیا کہ ہم ان قوانین میں کبھی تبدیلی نہیں کریں گے، تو اس سے کپکپی طاری نہیں ہونی چاہیے۔ [13] گویا پرویز صاحب کے نزدیک اس مادی دنیا میں کار فرما قوانینِ فطرت اس قدر اٹل ہیں کہ خدا ان قوانین کا پابند ہے۔ اس قوانین کے خلاف کبھی کوئی واقعہ وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ خدا ان کے خلاف کرنے پر مسؤل و جوابدہ قرار پاتا ہے۔ پرویز صاحب رقمطراز ہیں:

> خدا کا جس قسم کا تصور قرآن نے پیش کیا ہے مذاہب عالم میں کسی کے ہاں بھی اس قسم کا تصور نہیں تھا (نہ ہے) ۔ ان کے ہاں خدا کا تصور "بادشاہ" کا تصور تھا جو کسی قاعدے اور قانون کا پابند نہیں ہوتا، جس قسم کا جی چاہے حکم دے سکتا ہے۔ کسی کو اس کے حکم کی خلاف ورزی تو ایک طرف یہ پوچھنے کی بھی مجال نہیں ہو سکتی کہ حضور ملک معظم نے ایسا حکم کیوں دیا ہے... جب محدود قوتوں کے مالک بادشاہ کی مطلق العنانی کا یہ عالم ہوتا ہے ، تو لامتنہی قوتوں کا مالک قادر مطلق خدا کسی قاعدے اور ضابطے کا پابند کس طرح ہو سکتا ہے؟ جو جی میں آئے کہے اور جو جی میں آئے کرے۔ کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا کہ اس نے ایسا کیوں کہا اور ایسا کیوں کیا! [14]

پرویز کا کہنا ہے معجزات و خوارق کا وجود قرآن ہی کی رو سے غلط ہے۔ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ خلافِ قانون فطرت رونما نہیں ہو سکتا۔ ان کا استدلال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخلیقی پروگرام کے دو گوشے ہیں: عالمِ امر اور عالمِ خلق۔ عالم امر خدا کے تخلیقی پروگرام سے متعلق ہے۔ یہاں تخلیق علت و معلول کے تابع نہیں ہوتی، لیکن جب کوئی چیز وجود میں آ چکتی ہے تو پھر قانونِ علت و معلول کے تابع ہو جاتی ہے اور اس قانون میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہی مفہوم ہے اللہ کے اس فرمان کا کہ تم سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ [15] ان کے مطابق حضور ﷺ نے کوئی معجزہ دکھایا نہ دکھانے کا دعویٰ کیا۔ آپ ﷺ کی طرف سے لوگوں کے معجزات کے مطالبات کا جواب ہمیشہ انکار میں دیا جاتا رہا۔ [16]

پرویز صاحب قرآن میں مذکور معجزاتی نوعیت کے واقعات کو عام قوانین فطرت کے مطابق ثابت کرنے کے لیے ان واقعات کو تمثیلات سے تعبیر کرتے ہوئے جس طرح نہایت دور از کار تاویلات سے کام لیتے ہیں اس کی وضاحت کے لیے اختصار کے پیش نظر صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ آل عمران

آیت 49: وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عیسیٰ اس قوم سے جس کے عروق مردہ میں زندگی کی حرارت باقی نہیں رہی، کہے گا کہ میں تم ھارے نشوونما دینے والے کی طرف سے زندگی بخش پیغام لے کر آیا ہوں۔ میں اس وحی کے ذریعے تیں ت ایسی حیات نو عطا کر و دوں گا جس سے تم اپنی موجودہ پستی (خاک نشینی) سے ابھر کر فضا کی بلندیوں میں اڑنے کے قابل ہو جاؤ گے اور اس طرح تمیں مدفکر و عمل کی رفعتیں نصیب ہو جائیں گی۔ یہ آسمانی روشنی تم ھاری بے نور آنکھوں کو ایسی بصیرت عطا کر دے گی، جس سے تم زندگی کے صحیح راستے پر چلنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ اس سے تم ھاری قوم کی ویران کھیتی جس پر تر و تازگی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا، پھر سے سرسبز و شاداب ہو جائے گی۔ تم ھاری وہ کمینہ خصلتیں دور ہو جائیں گی جن کی وجہ سے تمیں رکوئی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔ مختصراً یہ کہ ذلت و خواری کی وہ موت جو اس وقت تم پر چاروں طرف سے چھا رہی ہے، ایک نئی زندگی میں تبدیل ہو جائے گی۔ میں تمہارے موجودہ نظامِ سرمایہ داری کی جگہ ایسا نظام قائم کروں گا، جو اس کا جائزہ لیتا رہے گا کہ تم کھانے پینے کی چیزوں میں کس قدر اپنے مصرف میں لاتے ہو اور کس قدر ذخیرہ (Hoarding) کرتے ہو کہ اس سے ناجائز نفع کمایا جائے۔ اس قانون میں تم ھارے لیے باز آفرینی (ایک نئی زندگی حاصل کر لینے) کی بہت بڑی نشانی ہے، بشرطیکہ تم اس کی صداقت پر یقین کرو۔[17]

قرآن میں مذکور معجزات مسیح کو تمثیلی ثابت کرنے میں پرویز صاحب پر مغربی اثرات کی ایک واضح داخلی شہادت معجزات مسیح کو تمثیلی باور کرانے کے لیے ان کی پیش کردہ یہ دلیل بھی ہے کہ نامور عیسائی عالم (Michael Grant) نے اپنی کتاب (Jesus: An Historians Review of the Gospel) میں حضرت عیسیٰ کے معجزات پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خود حضرت عیسیٰ ان کو تمثیلات اور استعارات سمجھتے تھے۔[18]

معجزات کے دفاع یا ان کی روایتی تعبیر کی حامل تفاسیر

اس عنوان کے تحت برصغیر کی ان تفاسیر کا مطالعہ شامل ہے، جن میں معجزات و خوارق کا دفاع کیا گیا یا ان کی روایتی تعبیر کی گئی ہے، اور معجزات کے انکار یا ان کی جدید تعبیرات پر نقد و جرح کی گئی ہے۔ ان

تفاسیر میں سے متعلقہ موضوع پر مطالعے کے لیے، ہم نے جن تفاسیر کا انتخاب کیا ہے، ان میں مولانا عبدالحق حقانی (م 1917ء) کی "تفسیرِ حقانی"، مولانا ثناء اللہ امر تسری (م 1948ء) کی "تفسیرِ ثنائی"، مولانا ابوالاعلی مودودی (م 1979ء) کی "تفہیم القرآن" اور پیر محمد کرم شاہ الازہری (م1999ء) کی "ضیاء القرآن" شامل ہیں۔

تفسیر حقانی

مولانا عبدالحق حقانی نے اپنی تفسیر میں معجزات کے اثبات اور امکان و وقوع سے متعلق اعتراضات و اشکالات، بالخصوص سر سید احمد خاں کے خیالات کی تردید پر خصوصی توجہ دی ہے۔ ان کے مطابق معجزات صرف اسلام ہی سے خاص نہیں بلکہ یہودیت، عیسائیت اور ہندومت وغیرہ سب مذاہب میں معجزات وخوارق کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔[19] وہ مستشرقین اور ان کی اقتدا میں سر سید کے اختیار کردہ اس موقف کی، کہ قرآن میں معجزہ کا لفظ کہیں وارد نہیں ہوا اور آیت یا آیات سے جہاں معجزات مراد لیے جاتے ہیں وہاں دراصل احکام اور آیاتِ قرانی مراد ہوتی ہیں، پرزور تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں معجزہ کو آیت سے تعبیر کیا گیا ہے اور وہاں آیتِ قرآنی کسی صورت میں بھی مراد نہیں ہو سکتی۔ مثلاً قرآن نے ناقہ صالح کو آیۃً کہا حالانکہ ناقہ صالح کوئی آیتِ قرانی تھی اور نہ حکم رحمانی، بلکہ حضرت صالح کا ایک بہت بڑا معجزہ تھی جو ان کی دعا سے خود بخود پیدا ہو گئی تھی۔ اسی طرح آیت مبارکہ وَ مَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ [20] میں بھی آیات سے قرآن یا کسی اور کتاب کی آیتیں مراد نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے کہ اگر سید صاحب کے بقول یہاں آیات سے آیات قرآنیہ یا احکام مراد لیے جائیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر کوئی آیت نازل فرمائی اور نہ حکم۔ علاوہ ازیں اس سے پہلے [21] کی آیات میں ہے کہ کفار و مشرکین حضور ﷺ سے کہتے تھے کہ ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمے جاری نہ کر دیں، جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں، یا ہم پر آسمان کے ٹکڑے نہ گرا دیں، یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے پاس نہ لے آئیں، یا ایک سونے سے مزین گھر نہ بنا دیں یا آسمان پر چڑھ کر کوئی ایسی کتاب نازل نہ کریں جو ہم پڑھ لیں، اور جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ فرمائیں میں تو فقط اللہ کا رسول ہوں۔[22] اور یہ معجزات جو کفار مانگتے ہیں ان کی خواہش کے مطابق ظاہر

نہیں ہوں گے ، کیوں کہ پچھلے لوگ معجزات کا انکار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ لام عہدی کے سبب آیت میں کفار کی خواہش کے موافق مذکورہ سات نشانیاں نہ دکھانے کا ذکر ہے نہ کہ معجزات کی مطلقاً نفی مراد ہے۔ مولانا سر سید ہی کے تخیل سے یہ دلچسپ نکتہ پیدا کر کے ان کی تردید کرتے ہیں کہ آیت وَ مَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْن سے سر سید کا یہ استدلال کہ حضور ﷺ سے معجزہ ثابت نہیں خود اس بات کی بین دلیل ہے کہ سر سید آیات سے مراد معجزات لے رہے ہیں اور کم از کم پہلے انبیا سے معجزات کا سرزد ہونا تو لازماً تسلیم کرنا پڑے گا، جن کی لوگوں نے تکذیب کی، اور حضور ﷺ سے بھی معجزات کی مطلق نفی نہ ہو گی بلکہ ان معجزات کی نفی ہو گی جن کا سوال عناداً کیا جاتا تھا۔ پھر اگر سر سید صاحب اس آیت سے معجزات محمدی ﷺ کی نفی ہی مراد لینا چاہتے ہیں تو یہ بجز اس کے ممکن نہیں کہ آیات سے معجزات مراد لیے جائیں اور کسی قوی دلیل سے یہ بھی ثابت کر دیا جائے کہ اس سے مخصوص معجزات نہیں ، بلکہ عام معجزات مراد ہیں اور حضور ﷺ سے آئندہ معجزات کا صدور نہ ہونے کا بھی ذکر ہے اور یہ بات بھی ثابت کر دی جائے کہ حضور ﷺ نے دعوتِ اسلام کے وقت کوئی معجزہ نہیں دکھایا، حالاں کہ ان میں سے کوئی بات بھی ثابت نہیں کی جا سکتی۔ سر سید کا کہنا تھا کہ اگر زیر نظر آیت میں ابن رشد (1126ء-1198ء) اور بیضاوی (م685ء) کے بقول معجزات مراد لیے جائیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں کے نہ ماننے اور جھٹلانے سے اللہ نے معجزات کا بھیجنا کیوں بند کر دیا۔ مولانا حقانی جواباً لکھتے ہیں کہ تمام معجزوں کا بھیجنا بند نہیں کیا بلکہ ان معجزوں کا بھیجنا بند کیا گیا جو لوگ ضد اور عناد کی وجہ سے طلب کرتے تھے اور پھر جھٹلانے پر عذاب نازل ہوتا تھا۔ بعد ازاں متعدد آیات قرانی کا حوالہ دینے کے بعد مولانا ثابت کرتے ہیں کہ تمام اہل عقل و نقل کے نزدیک لفظ آیت کا اطلاق معجزہ پر بھی ہوتا ہے اور سر سید کا یہ دعوی کہ لفظ آیت کا اطلاق محض احکام اور آیات قرانیہ پر ہوا ہے قرآن سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ [23]

سر سید معجزہ کے دلیل نبوت ہونے سے انکار کرتے ہوئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ خارق عادت تو جادو گر اور ولی سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے، جیسا کہ مختلف متکلمین مثلاً ابن رشد وغیرہ کا موقف ہے، مولانا تردیداً لکھتے ہیں کہ سر سید کا یہ کہنا بالکل غلط ہے، کیوں متکلمین میں سے اول تو کوئی اس کا قائل ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ شرح مواقف کے مطابق معتزلہ کے نزدیک بھی کاذب سے معجزہ ظاہر کرانا اگرچہ خدا کی قدرت میں ہے ، مگر اس کی حکمت کی رو سے اس کا واقع ہونا محال ہے، کیوں کہ اس

صورت میں کاذب کے سچے ہونے کا احتمال ہوتا ہے، جو قبیح ہے، اور خدا سے قبیح کا صدور ممکن نہیں اور ابو الحسن اشعری (874ء-936ء) اور ان کے پیروں کے نزدیک تو کاذب سے معجزہ کا صدور ممکن ہی نہیں، کیوں کہ یہ سچائی کی قطعی دلیل ہے اور کاذب کے ہاتھ پر اس کے صدور سے جھوٹا، سچا ثابت ہو جاتا ہے اور یوں عقل کی گواہی سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خدا نبی کے علاوہ کسی کو بھی معجزہ پر قادر نہیں کرتا۔ سرسید اگر صرف یہ کہتے کہ معجزہ دلیل نبوت نہیں تو شاید زیادہ اچنبھے کی بات نہ ہوتی، لیکن انو ںں نے معجزہ اور سحر کو خلط ملط کر کے واقعی ایک عجیب و غریب اور بڑی غلطی کی ہے۔ کیو ں کہ تمام محقق علمائے اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ معجزہ اور سحر میں واضح فرق و امتیاز ہے اور جادو گر تو بعض کے نزدیک خرقِ عادت پر بھی قادر نہیں چہ جائیکہ وہ کوئی معجزہ دکھائے اور اس کے جھوٹ کی تصدیق ہو۔[24] البقرہ آیت 60 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے عصائے موسوی کی ضرب سے پتھر سے چشموں کے نکلنے کو خلاف قانونِ قدرت قرار دے کر عجیب و غریب تاویلات کی ہیں کہ اضرب کے معنی چلنے کے ہیں اور حجر سے مراد پہاڑی حصہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ لاٹھی کے سہارے پہاڑ پر چڑھو۔ یہ کئی وجوہ سے غلط ہے؛ ایک یہ کہ ضرب کے معنی چلنے کے ہوں تو فی آتا ہے، دوسرے یہ کہ فانفجرت سے چشموں کا پتھر سے پھوٹ نکلنا واضح ہو رہا ہے۔ [25] بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی تفسیر میں واقعۂ معراج کی معجزانہ حیثیت کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکما جسم عنصری کے تھوڑی سی دیر میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ پہنچنے اور پھر عالمِ بالا کی سیر کر کے آیاتِ قدرت دیکھنے کے بعد واپس آجانے کو عقلاً محال سمجھتے ہیں، اس لیے معتزلہ اور جدید زمانے کے مسلمان فلسفی اس واقعہ کو خواب پر محمول کرنے پر بضد ہیں، حالانکہ جب عنصریت روحانیت سے بلحاظ طاقت بڑھ جائے تو جسم عنصری کا ایسی سریع حرکت کرنا کچھ بھی محال نہیں۔ آجکل ریل اور تار برقی کی حرکت ہی کو ملاحظہ کر لیجیے۔ حکما ئے اسلام نے حکمائے یونان کے ان خیالاتِ فاسدہ کی قلعی کھول دی ہے جن کی رو سے وہ آسمانوں کا خرق والتیام محال ثابت کیا کرتے تھے۔ عیسائیوں میں سے اگر کوئی ملحد ایسی باتوں کا قائل نہ ہو تو کیا ہوا، بائبل اور اناجیل کو ماننے والوں کو انھیں تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ انجیل مرقس کے سولویں باب میں ہے کہ خداوند مسیح لوگوں سے کلام کرنے کے بعد آسمان کی طرف چڑھ گیا اور خدا کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھا۔ اسی طرح کتاب السلاطین کے دوسرے باب میں ہے کہ ایلیا (حضرت الیاس) اور الیسع باتیں کرتے جاتے تھے کہ آگ کی گاڑی اور آگ کے گھوڑے نمودار ہوئے ، جن میں چڑھ کر ایلیا آسمان پر چلا گیا۔ اسی طرح

قسیس ولیم اسمٹ اپنی کتاب طریق الاولیا میں حضرت اخنوع (ادریس) علیہ اسلام کا آسمان پر جانا بیان کرتا ہے۔ [26]

القمر آیت 1 کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ شق القمر سے متعلق لکھتے ہیں کہ تمام اہل سنت کے نزدیک یہ بات مسلمہ ہے کہ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تھا۔ آپ نے چاند کی طرف اشارہ کیا تو اس کے دو ٹکڑے لوگوں کو دکھائی دیے۔ ایک ابو قبیس پہاڑ پر اور دوسرا اس کے قریب قعیقعان پہاڑ پر اور یہ منظر لوگوں نے دیر تک دیکھا۔ اس بات کو محدثین بخاری و مسلم وغیرہ نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔ مخالفین کی طرف سے اس معجزے پر جو شبہات وارد ہوئے ہیں ، ان میں سے ایک یہ ہے کہ چاند زمین سے بھی بڑا جسم ہے اور اجرام سماوی میں حکمانے کون وفساد ممتنع ثابت کیا ہے۔ اس کے جواب میں صاحبِ تفسیر حقانی نے لکھا ہے کہ قادرِ مطلق کے احاطۂ قدرت سے کچھ بھی باہر نہیں اور جن حکمانے اجرامِ سماوی میں کون وفساد ممتنع ثابت کیا ہے ، ان کے دلائل کی بنیاد محض توہمات پر ہے، جن کا بطلان علم کلام میں بدرجۂ اتم ہو چکا ہے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ اگر ایسا ہوا تھا تو کسی مورخ نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں کہ اس وقت چاند زمین کی کرویت کے باعث تمام ملکوں پر طلوع نہیں ہوتا تھا۔ خصوصاً بعید ممالک میں تو پھر وہاں کے لوگوں پر اس کا پھٹنا اور پھر مل جانا کیسے ظاہر ہو جاتا۔ رہے قریب کے ممالک کے لوگ تو چوں کہ یہ رات کا معاملہ تھا ، جب کہ سینکڑوں لوگ سوئے پڑے تھے یا اپنے کاروبار میں مشغول تھے ، لہذا ان کو آسمان کی طرف خیال بھی نہ آیا ہو گا۔ کیوں کہ اس بات کا اعلان تو نہیں کیا گیا تھا کہ فلاں وقت یہ معاملہ پیش آئے گا۔ ہاں آفاقِ بعیدہ میں سے چند افراد جن کو یہ دکھائی دیا انہیں سے عرب میں اس کا چرچا بھی ہوا تھا اور اس وقت کے شعرا نے اس کو نظم بھی کیا تھا۔ نیز جب اس زمانے کی محفوظ تاریخ ہی ہمارے سامنے نہ ہو تو یہ اعتراض بالکل بے محل ہے کہ کسی مورخ نے اس واقعہ کو نقل نہیں کیا۔ پھر یہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بھی مورخ نے اسے نہیں لکھا۔ ہندوستان کے راجہ بھوج کی ایک متواتر نقل یہاں کے لوگوں میں مشہور ہے ، جو راجہ بھوج کے عہد میں ان کی حکومت کے حالات میں لکھی گئی ہو گی۔ راجہ نے جو اس وقت اپنے مکان کی چھت پر تھا یہ واقعہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر اپنے علما سے پوچھا تو انوں نے اپنے علوم متوارث کے حوالہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے ہاتھ پر معجزہ سرزد ہونے کا ذکر کیا جس سے وہ راجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔ [27]

تفسیر ثنائی

صاحب تفسیر ثنائی مولانا ثناء اللہ امر تسری نے بھی معجزات پر معترضین بالخصوص سر سید کے اعتراضات کو خصوصی موضوع بنایا ہے۔ ان کے مطابق سر سید کا خارق عادت ہونے کی بنا پر قرآن میں مذکور معجزات کا انکار بناے فاسد علی الفاسد ہے۔ خرق عادت یا سپر نیچرل اسے کہا جاتا ہے جو قوانینِ مروجہ کے خلاف ہو۔ مثلاً پانی کا نیچے کی طرف جانا ایک قانون مروج ہے، اگر پانی اوپر کی طرف جائے یا نیچے جگہ ہونے کے باوجود ٹھہر جائے تو یہ خلافِ عادت کہلائے گا۔ اسی طرح آگ کا کام جلانا ہے ، اگر وہ کسی ظاہری مانع کے بغیر نہ جلائے تو خرق عادت ہو گا۔ خدا کے سب قوانین بلاشبہ اسباب سے وابستہ ہیں مگر سب قوانین پر کوئی فرد بشر بھی مطلع نہیں ہو سکتا۔ مثلاً قانون یہ ہے کہ بکری کا بچہ چار ٹانگوں، دو سینگوں اور دو آنکھوں والا ہوتا ہے ، مگر لکھنو کے عجائب خانے میں بکری کے بچے کی شبیہ ایسی ملتی ہے ، جس کے ماتھے پر ایک ہی آنکھ ہے تو کیا یہ خلاف قانون ہے۔ نہیں بلکہ اس کے لیے بھی ضرور کوئی قانون ہو گا، مگر ہم اس سے آگاہ نہیں۔ بعینہ ایسے امور جو بطور معجزہ انبیا ے کرام سے ظاہر ہوتے ہیں ان کے لیے بھی مخفی اسباب ہوتے ہیں۔ ان اسباب میں نبوت یا رسالت کا مجھول الکیف تعلق بھی ایک سبب ہے، جس کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ در حقیقت وہ اپنے اسباب ہی سے ظاہر ہوتے ہیں ، لیکن چوں کہ تمام لوگوں کو ان پر اطلاع نہیں ہوتی اس لیے انہیں خرق عادت یا سپر نیچرل کہا جاتا ہے۔ چناں چہ ثابت ہوا کہ دنیا کے معمولی قانون مروج کے خلاف ہونا کوئی محال امر نہیں ہے اور اسی کا نام معجزہ ہے۔ لہذا اگر خلاف قانون مروجہ ممکن بالذات امر کے وقوع کی کوئی مخبر صادق خبر دے تو اس کو تسلیم کرنے میں پس و پیش فضول ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ سر سید خود بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کو تمام قوانین قدرت معلوم نہیں تو جب انی۔ قوانیں پر ہی بس نہیں تو اس امکان میں کیا شبہ رہ جاتا ہے کہ وہ غیر معلوم قانون وہی ہو، جس کے ظہور کا وقت عند اللہ کسی ایسے قانون سے وابستہ ہو جو نبوت کے ساتھ ایک خاص تعلق رکھتا ہے۔ جس طرح نبوت کا ظہور ضرور کسی قانونِ الٰہی کے مطابق ہے ، ٹھیک اسی طرح معجزہ کا ظہور بھی کسی غیر معلوم الحقیقت اور غیر مدرک قانون سے وابستہ ہے۔ آیاتِ قرآنی پر غور کرنے سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ نبوت کے ساتھ ظہور معجزہ کو ایک خاص تعلق ہے۔ [28]

البقرہ آیت 60 کے حوالے سے حضرت موسیٰ کے اس معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے جس کے مطابق حضرت موسیٰ کے پانی مانگنے پر انہیں0 اپنا عصا پتھر پر مارنے کا حکم ہوا اور نتیجتاً قبائل بنی اسرائیل کے حسب تعداد بارہ چشمے پھوٹ نکلے، مولانا تورات کی کتاب سفر خروج باب 17 آیت 1 کے حوالے سے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ جو تورات میں بھی مفصل مذکور ہے، سیدھے سادھے الفاظ میں قرآن میں بیان ہوا ہے مگر سید صاحب یہاں بھی در فشانی فرمانے سے باز نہیں رہ سکے اور فرمایا ہے کہ حجر کے معنی پہاڑ اور ضرب کے معنی رفتن کے ہیں اور مطلب بالکل واضح ہے کہ لاٹھی کے سہارے پہاڑ پر چل۔ پہاڑ کے پرے ایک مقام ہے جہاں بارہ چشمے جاری ہیں۔ حالانکہ سید صاحب کے تراشیدہ معنی الفاظِ قرآنی سے کسی طرح بھی مفہوم نہیں ہوتے۔ حروف جارہ کا حذف بلاضرورت، جب تک موجودہ عبارت معنی بتانے میں بے غبار ہو اور وہ معنی فی نفسہٖ صحیح و ممکن اور منقولات سے مبرہن ہوں، جائز نہیں۔ اگر ایسے ہی بلاضرورت حروف جارہ کا حذف مان لیا جائے تو من شهد منكم الشهر فليصمه سے اگر کوئی حروف جار کو حذف سمجھ کر تقدیر کلام فلیصمہ فیہ بتلائے جس سے سارے مہینے کے روزوں کی فرضیت غیر ضروری ہو تو آپ کیا فرمائیں گے !رہی بات سپر نیچرل کی تو سر سید کو بھی تسلیم ہے کہ عناصر میں کون و فساد ممکن بلکہ مشاہد ہے، یعنی ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا وغیرہ بنتی ہے، تو ممکن ہے اس پتھر میں بھی، جس سے بنی اسرائیل کے لیے پانی نکلا تھا، کچھ اس قسم کے مسامات دقیقہ ہوں جن میں ہوا کی درآمد برآمد ہوتی ہو اور اس کے اندر پہنچ کر برودت کے سبب پانی ہو کر بَہ جاتی ہو۔ لیجیے صاحب آپ کا نیچرل بھی بحال رہا اور آیت کے معنی بھی آپ کی آفت سماوی سے محفوظ رہے۔ [29]

تفہیم القرآن

مولانا مودودی دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے عجائبات کے حوالے سے معجزات و خوارق کا اثبات کرتے ہوئے، سورہ العنکبوت کی آیت 14 کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ خدا کی خدائی میں عجائبات کی کمی نہیں؛ جس طرف بھی آدمی نگاہ ڈالے اس کی قدرت کے کرشمے غیر معمولی واقعات کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ کچھ واقعات و حالات کا اولاً ایک خاص صورت میں رونما ہوتے رہنا اس بات کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس معمول سے ہٹ کر کسی دوسری غیر معمولی صورت میں کوئی واقعہ رونما نہیں ہو سکتا۔ اس طرح کے مفروضات کو توڑنے کے لیے کائنات کے ہر گوشے میں اور مخلوقات کی ہر صنف میں خلاف معمول

حالات وواقعات کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ [30] الاعراف آیات 107 اور 108 کی تفسیر میں ،عصا کے معجزات موسوی کے ضمن میں مذکور معجزات کا اثبات اور معجزات وخوارق کی قوانین عادیہ کے مطابق تاویل کرنے والوں کی کوتاہ اندیشی اور خدا کے صحیح تصور سے ناواقفیت کو واضح کرتے ہوئے ،لکھا ہے کہ معجزات کو جو لوگ قوانین فطرت کے تحت صادر ہونے والے عام واقعات قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ درحقیقت کتاب اللہ کو ماننے اور نہ ماننے کے درمیان ایک ایسا موقف اختیار کرتے ہیں جو کسی طرح معقول نہیں سمجھا جاسکتا،اس لیے کہ قرآن جس جگہ صریح طور پر خارق عادت واقعہ کا ذکر کر رہا ہو وہاں سیاق وسباق کے بالکل خلاف ایک عادی واقعہ بنانے کی جدوجہد محض ایک بھونڈی سخن سازی ہے، جس کی ضرورت صرف ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو ایک طرف تو کسی ایسی کتاب پر ایمان نہیں لانا چاہتے جو خارق عادت واقعات کا ذکر کرتی ہو اور دوسری طرف آبائی مذہب کے پیدائشی معتقد ہونے کی وجہ سے اس کتاب کا انکار بھی نہیں کرنا چاہتے ،جو فی الواقع خارق عادت واقعات کا ذکر کرتی ہے۔ معجزات کے باب میں اصل فیصلہ کن سوال صرف یہ ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نظام کائنات کو ایک قانون پر چلا دینے کے بعد معطل ہو چکا ہے اور اب اس چلتے ہوئے نظام میں کبھی کسی موقع پر مداخلت نہیں کر سکتا؟ یا وہ بالفعل اپنی سلطنت کی تمام تدبیر انتظام اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور ہر آن اس کے احکام اس سلطنت میں نافذ ہوتے ہیں اور اس کو ہر وقت اختیار حاصل ہے کہ اشیا کی شکلوں اور واقعات کی عادی رفتار میں جزئی یا کلی طور پر جیسا چاہے اور جب چاہے تغیر کر دے؟ جو لوگ اس سوال کے جواب میں پہلی بات کے قائل ہیں ان کے لیے معجزات کو تسلیم کرنا غیر ممکن ہے، کیو ں کہ معجزہ نہ ان کے تصورِ خدا سے میل کھاتا ہے اور نہ تصور کائنات سے، لیکن ایسے لوگوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر وتشریح کرنے کے بجائے اس کا صاف صاف انکار کر دیں، کیو ں کہ قرآن نے تو اپنا زور بیان ہی خدا کے مقدم الذکر تصور کا ابطال اور موخر الذکر تصور کا اثبات کرنے پر صرف کیا ہے۔ بخلاف اس کے جو شخص قرآن کے دلائل سے مطمئن ہو کر دوسرے تصور کو قبول کر لے اس کے لیے معجزے کو سمجھنا اور تسلیم کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا؛ ظاہر ہے کہ جب آپ کا عقیدہ ہی یہ ہو گا کہ اژدہے جس طرح پیدا ہوا کرتے ہیں اسی طرح وہ پیدا ہو سکتے ہیں، اس کے سوا کسی دوسرے ڈھنگ سے کوئی اژدھا پیدا کر دینا خدا کی قدرت سے بھی باہر ہے، تو آپ مجبور ہیں کہ ایسے شخص کے بیان کو قطعی طور پر جھٹلا دیں جو آپ کو خبر دے رہا ہو کہ ایک لاٹھی اژدہے میں تبدیل ہوئی اور پھر اژدھے سے لاٹھی بن گئی،

لیکن اس کے بر عکس اگر آپ کا عقیدہ یہ ہو کہ بے جان مادے میں خدا کے حکم سے زندگی پیدا ہوتی ہے اور خدا جس مادے کو جیسی چاہے زندگی عطا کر سکتا ہے؛ اس کے لیے خدا کے حکم سے لاٹھی کا اژدھا بننا اتنا ہی غیر عجیب واقعہ ہے جتنا اسی خدا کے حکم سے انڈے کے اندر بھرے ہوئے چند بے جان مادوں کا اژدھا بن جانا غیر عجیب واقعہ ہے۔ مجرد یہ فرق کہ ایک واقعہ ہمیشہ پیش آتا رہتا ہے اور دوسرا واقعہ صرف تین مرتبہ پیش آیا ایک کو غیر عجیب اور دوسرے کو عجیب بنا دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔[31]

الشعراء آیت 63 کی تفسیر میں، عصائے موسوی سے سمندر کے پھٹنے کی کیفیت اور اس سلسلہ میں منکرینِ معجزات کی غلطی تعبیر کو واضح کرتے ہوئے، لکھتے ہیں کہ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ سمندر حضرت موسیٰ کے عصا مارنے سے پھٹا تھا اور یہ کام ایک طرف بنی اسرائیل کے پورے قافلے کو گزرانے کے لیے کیا گیا تھا اور دوسری طرف اس سے مقصد فرعون کے لشکر کو غرق کرنا تھا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عصا کی ضرب لگنے پر پانی نہایت بلند پہاڑوں کی شکل میں کھڑا ہو گیا اور اتنی دیر تک کھڑا رہا کہ ہزاروں لاکھوں بنی اسرائیل کا مہاجر قافلہ اس میں سے گزر بھی گیا اور پھر فرعون کا پورا لشکر اس کے درمیان پہنچ بھی گیا۔ ظاہر ہے کہ عام قانون فطرت کے تحت جو طوفانی ہوائیں چلتی ہیں وہ خواہ کیسی ہی تند و تیز ہوں، ان کے اثر سے کبھی سمندر کا پانی اس طرح عالی شان پہاڑوں کی طرح کھڑا نہیں رہا کرتا۔ اس پر مزید سورہ طہ کے بیان، کہ فَاضْرِبْ لَہُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا، کے معنی یہ ہیں کہ سمندر پر عصا مارنے سے صرف اتنا ہی نہیں ہوا تھا کہ سمندر کا پانی ہٹ کر دونوں طرف پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا بلکہ بیچ میں جو راستہ کھلا وہ خشک بھی ہو گیا؛ کوئی کیچڑ ایسی نہ رہی جو چلنے میں مانع ہوتی۔ اس کے ساتھ سورہ دخان آیت 24 کے الفاظ بھی قابل غور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ہدایت فرمائی کہ سمندر پار کر لینے کے بعد اس کو اسی حال پر رہنے دے، لشکر فرعون یہاں غرق ہونے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اگر دوسرے ساحل پر پہنچ کر سمندر پر عصا مار دیتے تو دونوں طرف کا کھڑا ہوا پانی پھر مل جاتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس ایسا کرنے سے روک دیا تا کہ لشکر فرعون اسی راستے میں اتر آئے اور پھر پانی دونوں طرف سے آکر اسے غرق کر دے۔ یہ صریحاً ایک معجزے کا بیان ہے اور اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے جو اس واقعے کی تعبیر عام قوانین فطرت کے تحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[32]

ضیاالقرآن

پیر کرم شاہ الازہری نے بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں معجزات پر تفصیلی بحث کے دوران، معجزات اور قوانین فطرت کے حوالے سے مستشرقین اور ان کے ہم نوا مسلم مفسرین کی فکر کا محاسبہ کرتے ہوئے ،لکھا ہے کہ منکرین معجزات نہایت غلط طور پر معجزہ کو خلاف عقل اور قوانین فطرت کو توڑنے والا قرار دیتے ہیں حالانکہ علمائے اسلام نے معجزہ کی جو تعریف کی ہے ،وہ یہ نہیں کہ معجزہ وہ ہوتا ہے جو قوانین فطرت کے خلاف اور قوانین قدرت سے بر سر بیکار ہو بلکہ اس کے مطابق معجزہ مدعی رسالت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے کسی خلاف عادت امر کا ظہور پذیر ہونا ہے۔ ان لوگوں کا اعتراض تو جب قابل التفات ہو تا جب معجزہ کو قوانین قدرت کے خلاف کہا جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ معجزات قانون فطرت کے مطابق ہی وقوع پذیر ہوتے ہوں، لیکن ابھی تک وہ قانون فطرت ہمارے ادراک کی سرحد سے ماوراہو۔ آج تک کسی فلسفی یا سائنسدان نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ فطرت کے تمام قوانین بے نقاب ہو چکے ہیں ۔ نیز قوانین فطرت کے اٹل اور غیر متغیر ہونے کا دعوی بھی قابل تسلیم نہیں۔ یہ خیال جبھی قابل تسلیم ہو سکتا ہے جب ان قوانین کو ہر قسم کے نقص وعیب سے مبرا سمجھ لیا جائے اور عقیدہ قائم کر لیا جائے کہ اس کائنات کی آرائیش وزیبائیش کے لیے یہی قوانین کفایت کرتے ہیں، لیکن اہل خرد کے نزدیک یہ خیال محل نظر ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق یہ ایک غیر معقول تصور اور خوش فہمی ہے کہ فطرت کا طریق کار انتادانش مدانہ اور بہترین ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں۔ پھر اگر آپ خدا کو نہیں مانتے یا خدا کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ کائنات کو بنانے کے بعد خاموش تماشائی بنا ہوا ہے تو انکار معجزہ کی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے لیکن ،اگر آپ خدا کو مدبر اور قادر مطلق تسلیم کرتے ہیں، جس کے اذن کے بغیر پتہ جنبش نہیں کر سکتا، تو پھر آپ کا نوامیس فطرت کو غیر متغیر یقین کرنا اور اس بنا پر معجزات کا انکار کرنا سمجھ سے باہر ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عام معمول یہ ہے کہ علت و معلول اور سبب و مسبب کے تسلسل کو قائم رکھتا ہے اور ظہور معجزہ کے وقت اپنی قدرت و حکمت کے پیش نظر خلافِ معمول اس تسلسل کو نظر انداز کر دیا ہے، کیونکہ وہ صاحب اختیار ہے اور جب چاہے اپنے معمول کو بدل دے۔ آگے چل کر پیر صاحب، ڈیوڈ ہیوم کے استدلال کا انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کے حوالے سے جواب دیتے ہوئے، لکھتے ہیں کہ ہم تم ھارا یہ قاعدہ ماننے کے لیے

تیار نہیں کہ معجزات تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ تجربات سے تمھاری مراد کیا ہے؟ اگر آپ یہ کہتے ہو کہ معجزہ تمام تجربات کے خلاف ہوتا ہے تو آپ کا یہ کلیہ محتاج دلیل ہے۔ پہلے آپ یہ تو ثابت کریں کہ آپ نے تمام تجربات کا احاطہ کر لیا ہے۔ پھر آپ کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ یہ معجزہ ان تمام تجربات کے خلاف ہے۔ جب تک آپ اپنی دلیل کی کلیت ثابت نہیں کر سکتے اس وقت تک آپ کی دلیل قابل قبول نہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ تجربات سے مراد تجربات عادیہ ہیں، یعنی معجزہ تجربات عامہ کے خلاف ہے، تو پھر اس سے تو فقط اتنا ہی ثابت ہوا کہ معجزہ عام تجربات اور معمولات کے خلاف ہے؛ تمام تجربات و مشاہدات کے مخالف ہونا تو لازم نہ آیا؛ ہو سکتا ہے کہ یہ معجزہ تجربہ کے مطابق ہو لیکن وہ تجربہ ابھی تک آپ کے فہم کی رسائی سے باہر ہو۔

البقرہ آیت 50 اور آل عمران آیت 49 کی تفسیر میں انسانی علم و تجربہ کے محدود و نامکمل ہونے کے ثبوت کے سلسلہ میں نیوٹن (1643ء-1727ء) کے اس قول کا حوالہ دیا ہے جس میں وہ اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ : میری مثال اس بچے کی سی ہے جو سمندر کے کنارے کھیل رہا ہو؛ مجھے اپنے ساتھیوں کی نسبت کوئی زیادہ خوبصورت سنگریزہ یا گھونگا مل جاتا ہے، لیکن ابھی حقیقت بحر زخار کی طرح میرے سامنے ہے، جس کا کوئی علم مجھے نہیں ہوا۔ اور پھر لکھا ہے کہ جب انسانی علم کی نارسائیوں کا یہ عالم ہے تو قرآن کے بیان کردہ معجزات کو تسلیم کرنے سے انکار کرنا یا ان کی ایسی تاویلیں کرنا جن کو عربی زبان اور قرآن کا فصیح و بلیغ اسلوب بیان قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو نہ علم کی خدمت ہے نہ قرآن کی اور اگر ایک لمحہ کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ سلسلۂ اسباب و علل کی ساری کڑیاں ہمارے علم کی گرفت میں آچکی ہیں تو پھر بھی معجزات کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، کیو ں کہ قادر مطلق خدا جس نے اپنی حکمتِ کاملہ سے ایک چیز کو ایک علت سے وابستہ کر دیا ہے وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ اس چیز کی تخلیق و آفرینش کو اس کے علاوہ کسی اور علت سے وابستہ کر دے۔ [33] معراج نبوی کو خواب ثابت کرنے کے سلسلہ میں سرسید کے تاویلی رویے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سرسید نے بڑی جدوجہد سے معراج کو خواب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس ضمن میں طول طویل بحث کی ہے۔ ان کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین اور عیسائی مورخین کے اعتراضات سے گھبرائے ہوئے ہیں اور ان کے زہر میں بجھے ہوئے طعن و تشنیع کے تیروں سے اسلام کو ہر قیمت پر بچانا چاہتے ہیں، خواہ اس کوشش میں اسلام کا حلیہ ہی کیوں نہ بگڑ جائے اور عظمتِ مصطفوی کا عقیدہ ہی کیوں نہ متزلزل ہو جائے اور اللہ

تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کے دلائل وبرا ہین کو ہی کیوں نہ منہدم کرنا پڑے۔ آپ اس جذبہ کے اخلاص کی تعریف کر سکتے ہیں لیکن عواقب ونتائج کے لحاظ سے آپ اس کی تحسین نہیں کر سکتے۔ کیا معراج کا انکار کر کے آپ نے کسی کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا ہے؟ کیا آپ کی معذرت خواہی کو انو۔ ں نے قبول کر کے آپ کے پیش کردہ ماڈرن اسلام پر اظہار ناراضی چھوڑ دیا ہے؟ تو پھر اس محنت کا کیا حاصل! بجز اس کے کہ ان صحیح واقعات کا انکار کر کے اپنے تمام علمی ورثے کو مشکوک ومشتبہ کر دیا جائے۔ [34]

نتیجہ بحث

معجزات کے حوالے سے مذکورہ دونوں نوعیت کی تفاسیر کا موازنہ کریں تو موخر الذکر کے دلائل وزنی نظر آتے ہیں۔ اول الذکر اہل تفسیر کے یہ دعاوی کہ معجزات قوانین فطرت کے خلاف ہیں؛ قرآن میں کوئی معجزہ یا خارق عادت واقعہ مذکور نہیں ؛ جن واقعات کو آج تک مسلمان غلطی سے معجزات اور خارق عادت سمجھتے رہے ہیں ان کو عین قوانینِ عادیہ کے مطابق ثابت کیا جاسکتا ہے ، محل نظر ہیں، اور جدید مغربی فکر کے غیر مذہبی تصورِ قانون فطرت سے تاثر کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ معجزہ قوانین فطرت کے خلاف نہیں ، بلکہ قوانین عادیہ کے خلاف ہے۔ بڑے بڑے سائنس دانوں اور ماہرین قوانین فطرت کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ انسان کا علم، موجودہ غیر معمولی ترقی کے باوجود، قوانین فطرت کے نہایت ہی تھوڑے حصے کا احاطہ کر سکا ہے اور بے شمار قوانین فطرت ایسے ہیں جن کا ابھی تک انسان کو کچھ علم نہیں، سو کسی معجزے یا خارق عادت واقعے کو خلاف قانون فطرت کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ اس کا وقوع کسی ایسے قانونِ فطرت کے مطابق ہوا ہو ، جس تک ہنوز انسان کا علم رسائی حاصل نہ کر سکا ہو۔ مزید بر آں یہ بات بھی نام ور اہلِ فکر اور سائنس دانوں کے اعترافات اور قوی شہادتوں کی روشنی میں پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ جن قوانین کو اٹل قوانینِ فطرت کہا جاتا ہے ، ان کے خلاف واقعات وحوادث وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ جب عام حالات میں بار بار مشاہدہ وتجربہ میں آنے والے قوانین کے خلاف ہو جانا ممکن ومشاہد ہے ، تو خدا کے لیے مخصوص حالات میں اپنی حکمت ومصلحت کے تحت اپنے کسی بندۂ خاص کی تائید ونصرت کی علامت ونشانی کے طور پر عام قوانین فطرت کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر کر دینا کیو ں کر غیر ممکن کہا جاسکتا ہے؟ جہاں تک مذاہب یا قرآن میں معجزات کے تذکرے کا سوال ہے تو اس حوالے سے بھی حقیقتِ واقعہ یہی ہے کہ معجزات تمام

مذاہب کا لازمی عنصر ہیں، قرآن میں ان کی موجودگی یا ذکر کا انکار نا ممکن ہے، قرآن میں آیات سے ہر جگہ آیاتِ قرآنی مراد لینا غلط ہے، بہت سی جگہوں پر ان سے عجائباتِ قدرتِ الٰہیہ مراد لیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ یوں معجزات مذہبی و سائنسی ہر دو اعتبار سے ناقابلِ تردید ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

---

[1] ملاحظہ ہو: محمد شہباز منج، "سر سید احمد خاں۔ مغربی اثرات اور تفسیری تجدد پسندی ۔" جہات الاسلام 2، شمارہ۔ 1 (2008)؛ "سر سید کی تفسیری تجدد پسندی۔ ایک مطالعہ ۔" الشریعہ 21، شمارہ۔ 6، 7، 9 (2010)۔

[2] ڈاکٹر سی ڈبلیو ٹرول، سر سید احمد خاں۔ فکر اسلامی کی تعبیر نو، مترجمین، ڈاکٹر قاضی افضل حسین اور محمد اکرام چغتائی (لاہور: القمر انٹرپرائزز، 1998)، 182، 206۔

[3] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، 1995)، 1075-1197۔

[4] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 1197-1205۔

[5] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 147-162۔

[6] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 399۔

[7] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 413۔

[8] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 426-427۔

[9] سر سید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 580۔

[10] ۔ غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1994)، 5/12۔

[11] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، 1/272۔

[12] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان۔ 1/273۔

[13] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان۔ 1/274۔

[14] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، 1/88۔

[15] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، 4/93۔

[16] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، 1/309۔

[17] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، 4/112-113۔

[18] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، 4/114۔

[19] مولانا عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی، (لاہور: لفیصل، س۔ن)، 1/7۔

[20] بنی اسرائیل، 17:59۔

[21] آیات کے حوالے کے سلسلہ یہاں مولانا حقانی سے تسامح ہوا ہے۔ وہ جن آیات کریمہ کا یہاں ذکر کر رہے ہیں وہ آیت وَ مَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْن سے پہلے کی نہیں بلکہ سورہ بنی اسرائیل کی آیات نمبر 93-90 ہیں اور آیت مذکورہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 59 ہے۔

[22] بنی اسرائیل، 17: 90 تا 93

[23] مولانا عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی، 1/8-9۔

[24] مولانا عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی، 1/10-11۔

[25] مولانا عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی، 2/170۔

[26] مولانا عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی، 5/46۔

[27] مولانا عبد الحق حقانی 7/2-3۔ انبیا کے معجزات اور ان پر معترضین کے اعتراضات اور مولانا حقانی کے جوابات کے لیے مزید دیکھیے: تفسیر حقانی، 4/ 181-180؛ 5/ 170-251،173-260؛ 6/98-100۔

[28] مولانا ثناء اللہ امر تسری، تفسیر ثنائی، (کراچی: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، س۔ن۔) 1/65-57؛ 3/44-46۔

[29] مولانا ثناء اللہ امر تسری، تفسیر ثنائی، 1/66-68۔

[30] مولانا ابو الاعلی مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1987)، 3/686۔

[31] مولانا ابو الاعلی مودودی، تفہیم القرآن، 2/65-66۔

[32] مولانا مودودی ابو الاعلی، تفہیم القرآن، 3/498۔

[33] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیا القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1399ھ)، 1/56-57،232-233۔

[34] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیا القرآن، 2/628۔